نامور محقق اور مورخِ دکن

نصیرالدین ہاشمی-حیات وخدمات

تحریر:محمد عارف سومرو،کراچی،پاکستان-موبائل وواٹس ایپ:+92 3002936827



محمد عارف سومرو



لکھنؤ اور دہلی کے ساتھ ہندوستان میں اگر کسی سرزمین نے اردو کو پروان چڑھایا اور اس کی آبیاری کی ہے تو وہ سرزمین دکن ہے۔ یہ مردم خیز سرزمین قدیم زمانے سے ہی اردو کا گہوارا رہا ہے۔ بہمنی، قطب شاہی ادوار میں اردو نے ارتقائی مراحل طے کیے تو سلطنت آصفیہ کے دور میں اردو زبان و ادب بامِ عروج تک پہنچ گیا تھا۔ والی ریاست میر محبوب علی خان نے اپنے دورِ حکمرانی میں ریاست کی سرکاری زبان فارسی سے اردو کردی جس کی بدولت سرکاری محکموں میں اردو کا رواج عام ہوا۔ اس کے علاوہ مدارس، کالجوں اور تعلیمی اداروں میں بھی اردو پڑھائی جانے لگی۔ آپ نے تقریباً 42 سال حکومت کی اور کالج، مدرسے اور دارالعلوم وغیرہ قائم کر کے جدید علوم اور اسلامی علوم کی ترویج میں کردار ادا کیا۔ ہندوستان کے لاتعداد تعلیمی اداروں کو وظائف عطا کیے۔ مدرسہ علی گڑھ اور پھر ایم اے او کالج کی سرپرستی بھی کی۔ 29 اگست 1911ء کو میر محبوب علی خان کے بیٹے میر عثمان علی خان سلطنت آصفیہ کے آخری بادشاہ مقرر ہوئے۔ آپ کا عہد برصغیر اور حیدرآباد کا زریں عہد تھا۔ میر عثمان علی خان کے دور میں جامعہ عثمانیہ اور دارالترجمہ کا قیام عمل میں آیا۔ مختلف علوم و فنون کی سینکڑوں کتابوں کی اردو اشاعت ہوئی اور مغربی علوم کے اردو تراجم ہوئے۔ آپ نے جلیل مانک پوری، داغ دہلوی، نظم طباطبائی، جوش ملیح آبادی، عبدالحلیم شرر، علامہ شبلی نعمانی، مولوی عبد الحق، ڈاکٹر محی الدین قادری زور غرض مختلف علوم و فنون کے لاتعداد ستاروں کو اپنے دربار میں جگہ دی۔ نصیرالدین ہاشمی بھی ایسے ہی رجال میں شامل تھے جنہوں نے سرکار عالیہ حیدرآباد سے وابستگی اختیار کی۔ انہوں نے ساری زندگی دکنی ادبیات کی خدمت میں وقف کر دی۔ دکنی ادب و ثقافت کا شاید ہی کوئی موضوع ایسا ہوگا جس پر نصیرالدین ہاشمی نے قلم نہ اُٹھایا ہو۔

نصیرالدین ہاشمی 17 رمضان 1312ھ مطابق 15 مارچ 1895ء کو ریاست حیدرآباد کے محلّہ ترپ بازار میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق خاندانِ نوائط سے تھا۔[1]

اصل نام محمد نصیرالدین عبدالباری تھا، لیکن نصیرالدین ہاشمی کے قلمی نام سے مشہور ہوئے۔ دو بہنوں اور پانچ بھائیوں میں وہ چوتھے نمبر پر تھے۔ ان کے والد مولوی عبدالقادر عالم دین ہونے کے ساتھ ریاست حیدرآباد کے سرشتہ عدالت میں منصف اور رجسٹرار بلدہ تھے۔ والد کے انتقال کے وقت نصیرالدین کی عمر صرف بارہ برس تھی، تب تک گھر پر ہی تعلیم حاصل کی۔ ان کی قرآن، دینیات، اردو، فارسی، ریاضی اور خطاطی کی تعلیم کے لیے استاد مقرر کیے گئے تھے۔ والد کے انتقال کے بعد نانا کے یہاں قیام رہا۔ تین برس بعد نانا بھی انتقال کر گئے۔ مزید تعلیم کے لیے مدرسہ دار العلوم میں داخلہ لیا اور منشی اور مولوی عالم کے امتحان میں کامیابی حاصل کی۔ مدرسہ دار العلوم میں امجد حیدر آبادی کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا۔ ان سے تاریخ، فلسفہ، ریاضی اور عربی کا درس لیا کرتے تھے۔ امجد حیدر آبادی سے ان کا تعلق ساری عمر قائم رہا۔ پھر خانگی طور سے مدراس یونیورسٹی سے منشی فاضل کے امتحان میں کامیابی حاصل کی۔ پھر جامعہ عثمانیہ سے انگریزی کے ساتھ میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ انہیں ادبی سرگرمیوں سے بھی دلچسپی تھی، چنانچہ وہ 'انجمن ثمرۃ الادب' کے سیکریٹری کے فراض انجام دیا کرتے تھے۔ انہیں بچپن ہی سے مطالعہ کا بے حد شوق تھا۔ ناول، سفرنامے، تاریخ اور سوانح کی سینکڑوں کتابوں کا مطالعہ کیا۔ ملک میں قحط کے باعث تعلیم ترک کردی اور عارضی ملازمت حاصل کی۔ انہوں نے تیس سال ملازمت کی۔ پہلے دس سال نان گزیٹڈ ملازم کی حیثیت سے کام کیا۔ پھر دوسرے دس سال تک دفترِ دیوانی ومال (ریکارڈ آفس) میں نائب مددگار رہے اور گزیٹڈ ملازم ہو گئے۔ آخری دس سال سرشتۂ رجسٹریشن و اسٹامپ میں مددگار ناظم رہے۔ رجسٹرار بلدہ مقرر ہوئے اور ناظم رجسٹریشن کی حیثیت سے ان کا تقرر ہوا۔ یہاں تاریخی کاغذات اور دستاویزات کو جو کہ منتشر اور لاپرواہی کے ساتھ رکھے ہوئے تھے انہیں یکجا کیا اور اُن کے مطالعہ سے خاصہ تاریخی مواد بھی اپنی تصانیف کے لیے اکٹھا کیا۔[2] یہ دفتر ہسٹاریکل ریکارڈ آفس کہلاتا تھا۔ نصیرالدین ہاشمی کی تصنیف 'تاریخ عطیات آصفی' اسی زمانے کی یادگار ہے۔ ملازمت کے مختلف مرحلوں سے گزرتے ہوئے نصیرالدین ہاشمی کی کتاب دکن میں اردو شائع ہوئی۔ جس کے بعد ایک سال کے لیے انہیں انگلستان روانہ کیا گیا تاکہ وہاں دکھنی ادب کا مزید مواد فراہم کرسکیں۔ انگلستان، اسکاٹ لینڈ اور فرانس کے مختلف شہروں میں ایک سال قیام کیا اور وہاں سے دکھنی مواد اِکٹھا کر کے لانے اور ریکارڈ کے کام کا تجربہ بھی حاصل کیا۔ اب نصیرالدین ہاشمی گزیٹڈ افسر بن گئے اور دفتر کا اہم ترین صیغہ یعنی تصدیقِ اسناد ان کے ماتحت کر دیا گیا۔ انہیں اس صیغہ کی نگرانی کرتے ہوئے آٹھ سال ہو گئے تھے اور اس عرصہ میں زیادہ مشاہرہ والی نئی پوسٹ سرکار کی جانب سے منظور ہوئی۔ سنیارٹی اور کارگزاری کے لحاظ سے نصیرالدین ہاشمی اس پوسٹ کے زیادہ مستحق تھے مگر انہیں محروم کر دیا گیا۔ معتمد فنانس اور وزیرِ اعلیٰ نصیرالدین ہاشمی کی تائید میں تھے مگر ناظمِ سرشتہ ان کے مخالف ہو گئے اور دوسرے صاحب کی تائید کر دی، یوں نصیرالدین ہاشمی دل برداشتہ ہو گئے، دو ماہ کی رخصت لے لی اور جب واپس آئے تو ایک دوسرا صیغہ (محکمہ) ان کے ماتحت کر دیا گیا۔ غرض دفترِ دیوانی و مال (سینٹرل ریکارڈ آفس) کی بیس سالہ ملازمت کے بعد سرشتۂ رجسٹریشن و اسٹامپ میں ان کا تبادلہ ہو گیا۔ رجسٹرار بلدہ کی ذمہ داری نصیرالدین ہاشمی کے لیے ایک نیا کام تھا۔ اس لیے ابتدائی چند دن اس نئے کام کی نوعیت سمجھنے میں گزر گئے۔ اس کے بعد انہیں صدر دفتر میں مددگار ناظمِ رجسٹریشن واسٹامپ مقرر کر دیا گیا۔ جہاں انہوں نے پانچ برس خدمات انجام دیں۔ ناظمِ رجسٹریشن کے قائم مقام کی حیثیت سے انہیں مختلف مقامات کا دورہ کرنا پڑتا تھا۔ انہوں نے ریاست حیدر آباد کے تیرہ اضلاع اور ساٹھ پنسٹھ تعلقہ جات اور پندرہ سولہ جاگیرات کا دورہ کیا۔ دو ڈھائی ماہ کے بعد نئے متعین ناظم نے ان سے جائزہ حاصل کیا اور نصیر الدین ہاشمی ان کے ساتھ تقریباً چھ سات ماہ بحیثیت مددگار کام کرتے رہے۔ نئے ناظم سے اختلافات کی وجہ سے نصیرالدین ہاشمی نے سابقہ خدمت رجسٹرار بلدہ پر واپسی کی درخواست کی، اس طرح رجسٹرار بلدہ کی خدمت پر واپس آ گئے۔ مارچ 1950ء میں پچپن سالہ عمر اور اکتیس سالہ ملازمت کے بعد وہ پنشن حاصل کر کے ملازمت سے سبکدوش ہو گئے۔[3]

نصیرالدین ہاشمی کی شادی ان کی ماموں زاد سے 11 شوال 1341ھ کو ہوئی۔ ان سے ایک فرزند ڈاکٹر ظہیر الدین ہاشمی اور چار دختر پیدا ہوئیں۔[4]

نصیرالدین ہاشمی نے زیادہ تر تحقیقی کام کیا ہے۔ وضاحتی فہرستیں مرتب کیں۔ سوانح اور تواریخ مرتب کیں۔ دکن کی خواتین شعرا پر کتابیں لکھیں۔ قدیم شعراء کے حالات منظر عام پر لائے اور ان کی خدمات ادبی حلقوں میں متعارف کروائیں۔ نصیر الدین ہاشمی کا سب سے اہم کارنامہ 'مثنوی کدم راؤ پدم راؤ' متن کی دریافت ہے۔ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کا مخطوطہ جو دنیا بھر میں اس کتاب کا واحد نسخہ ہے، عمر یافعی کی ملکیت تھا اور 1949ء میں ان کے ذخیرہ کتب کے ساتھ انجمن ترقی اردو آ گیا تھا۔ یہ وہی نسخہ تھا جو ایک زمانے میں حیدر آباد دکن میں لطیف الدین ادریسی کے پاس تھا اور جس کا مطالعہ کر کے سب سے پہلے نصیرالدین ہاشمی نے اکتوبر 1932ء میں 'معارف' اعظم گڑھ میں ایک تعارفی مضمون 'بہمنی عہد کا ایک دکنی شاعر' کے عنوان سے قلمبند کیا تھا۔ بعد ازاں اسی نسخہ کی مدد سے ڈاکٹر جمیل جالبی نے مثنوی کدم راؤ پدم راؤ پر تحقیقی مقالہ لکھا اور جامعہ کراچی 1978ء میں انہیں ڈاکٹر آف لٹریچر (ڈی لٹ) کی ڈگری عطا کی۔

ان کی مطبوعہ کتابوں میں دکن میں اردو، نجم الثاقب، رہبر سفر یورپ، یورپ میں دکھنی مخطوطات، ذکر نبی؟، حضرت امجد کی شاعری، خواتین عہد عثمانی، خیابان نسواں، مدراس میں اردو، مقالات ہاشمی، خوتین دکن کی اردو خدمات، فلم نما، تذکرہ دار العلوم، تاریخ عطیات آصفی" حیدر آباد کی نسوانی دنیا، مکتوباتِ امجد، تذکرہ مرتضی، عہد آصفی کی قدیم تعلیم، آج کا حیدر آباد، تذکرہ حیات بخشی بیگم، دکھنی ہندو اور اردو، کتب خانہ سالار جنگ کی وضاحتی فہرست، کتب خانہ آصفیہ اسٹیٹ سینٹرل لائبریری کے اردو مخطوطات (دو جلدیں)، دکھنی قدیم اردو کے چند تحقیقی مضامین' دکھنی کلچر، مولوی عبد القادر شامل ہیں۔

اس کے علاوہ اعلیٰ حضرت میر محبوب علی خان کی سوانح 'المحبوب' کے نام لکھی جو کہ اعلیٰ حضرت میر عثمان علی خان کی کی پابندی کی وجہ سے اشاعت سے محروم رہ گئی تھی۔ نصیرالدین ہاشمی کے فرزند ڈاکٹر ظہیر الدین ہاشمی نے 1995ء میں شائع کرایا۔ اس کے علاوہ 'حالات بھونگیر' غیر مطبوعہ ہے جو کہ نصیرالدین ہاشمی کی ابتدائی نگارشات میں شامل ہے نصیرالدین ہاشمی کینسر کے موذی مرض میں مبتلا ہو کر 26 ستمبر 1964ء حیدر آباد، بھارت میں وفات کر گئے۔ وہ درگاہ حضرت سید احمد باد پا داحمد نگر، حیدر آباد میں مدفون ہیں۔[5]

حوالہ جات: 1۔ ڈاکٹر افضل الدین اقبال، حالات زندگی مولوی نصیرالدین ہاشمی، مشمولہ: دکن میں اردو، مولف: نصیرالدین ہاشمی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی، جولائی 2002ء، ص 22۔
2۔ واجدہ فرزانہ، نصیرالدین ہاشمی ایک مطالعہ، جامعہ عثمانیہ حیدر آباد، ناشر: بزم تخلیق ادب پاکستان، 2011ء، ص 15
3۔ نصیرالدین ہاشمی ایک مطالعہ، ص 16،
4۔ نصیرالدین ہاشمی ایک مطالعہ، ص 17،
5۔ ڈاکٹر افضل الدین اقبال، حالات زندگی مولوی نصیرالدین ہاشمی، مشمولہ: دکن میں اردو، مؤلف: نصیرالدین ہاشمی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی، جولائی 2002ء، ص 23